افکار

— ۱ —

ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب سے متعلق اخبارات میں بیانات پڑھ کر یہ گمان ہو گیا تھا کہ موصوف حلت ربوا کے حق میں ہیں ۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے مقالہ '' تحقیق ربوا'' کے مطالعہ کے بعد وہ گمان اس یقین سے بدل گیا کہ جناب ڈاکٹر صاحب کا موقف اسلامی ربوا کی بابت وہی ہے جو ایک محقق مسلمان کا ہونا چاہیے ۔

احقر نے ڈاکٹر صاحب کے مقالہ '' تحقیق ربوا '' کو بالاستیعاب پڑھا ۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب نے اس مقالہ کو بڑی قابلیت اور تحقیق سے مرتب فرمایا ہے اور احقر بلا خوف لومۂ لائم اس مقالہ کی بابت چند سطور میں اظہار خیال کرنے پر مجبور ہے ۔

ابتدائے مقالہ میں ڈاکٹر صاحب نے تمام قرآنی آیتوں کو جمع کر دیا ہے جن میں کسی نہ کسی اعتبار سے لفظ '' ربوا '' حق تعالی نے ذکر فرمایا ہے نیز مشہور مفسرین نے ربوا کی بابت جو توضیحات کی ہیں ان کو بھی بیان کردیا ہے ۔ اس کے بعد بیشتر ان احادیث کو یکجا کر دیا ہے جن میں ربوا کی مختلف صورتوں پر مختلف اوقات میں صحابہ کا تعامل رہا ہے ۔

قرآن کی آیات اور احادیث نبوی میں ربوا سے متعلق جن توضیحات کا ذکر ملتا ہے اور پھر فقہائے کرام نے ربوا سے متعلق جو تشریحات فرمائی ہیں سب کے مطالعہ کے بعد ربوا کی کوئی ایک تعریف جامع اور مانع سمجھ میں نہیں آتی ۔

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرها

احادیث نبوی میں ربوا سے متعلق جو مواد فراہم ہوتا ہے اس کے مفہوم میں بظاہر باہم تضاد پایا جاتا ہے۔ حدیث نبوی پر ایمان و یقین کے لئے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ربوا سے متعلق احادیث کے اس تضاد کو رفع کیا جائے۔

اس سلسلے میں علامہ ابن‌قیم رح نے اپنی مشہورکتاب اعلام الموقعین میں ربوا سے متعلق جوکچھ لکھا ہے وہ بظاہر قرین قیاس اور اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے - جس کو پڑھ کر ایک طالب حق کا ذہنی خلجان یک گونہ رفع ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن قیم کے بیان پر علامہ رشید رضا مصری نے جو تبصرہ کیا ہے، ان دونوں کو اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :—

''ربوا کو اجمالی طور پر دو قسموں پر منقسم کیا جا سکتا ہے : ایک ربائے جلی جس کو ربا القرآن سے تعبیر کیا جا سکتا ہے - اور اس ربوا کو حلال جاننے والے کے حق میں فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ کی شدید وعید آئی ہے اور بلا شبہ یہ ربوا سخت حرام ہے- ربا کی دوسری قسم جس کو ربا الحدیث کہا جا سکتا ہے ربوا الفضل ہے جس کی مختلف شکلیں اور صورتیں اشیا اور زمانوں کے اختلاف سے تبدیل ہو جاتی ہیں -

یقیناً رباالحدیث یا ربوا الفضل کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن کی احادیث مبارکہ میں صراحۃً نہیں وارد ہے وہ بھی منہیات میں داخل ہیں لیکن نہ اس شد و مد والی نہی جس پر '' حرب من اللہ '' کی شدید وعید ہے۔ اور ربا الحدیث یا ربا الفضل کی بعض صورتیں وہ ہیں جن کا ذکر احادیث میں ہے اور جن پر بلا تامل صحابہ کا تعامل رہا ہے اور ان صورتوں کو حرام نہیں سمجھا گیا۔ کما لا یخفی علی من لہ ادنی مناسبۃ بالحدیث۔

ربا القرآن اور ربا الحدیث یا ربوا الفضل میں باہم فرق کرنا اور ان کے مفاہیم میں باہم امتیاز کرنا ازبس ضروری ہے۔ ''

احقر کے خیال اور دانست میں ربا القرآن تو اپنے مفہوم اور معنی کے لحاظ واضح ہے کیونکہ ربوا والی آیت کو اکثر مفسرین نے آیات محکمات میں شامل کیا ہےجو اپنےمعانی اور مدلولات میں‌متعین اور واضح ہوتی ہیں اور ربا الحدیث

یا ربا الفضل (ربائے خفی) جس کے معانی میں باہم اختلافات نظر آتے ہیں علمائے عصر کی جدید تحقیقات اور تصریحات کی ان میں شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے - جن کی روشنی میں ربا الفضل سے پیدا ہونے والی مختلف صورتوں میں امت کے لئے راہ عمل واضح اور متعین ہو سکے اور کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے -

جناب ڈاکٹر صاحب نے ربا الفضل کے ذیل میں مثالاً بعض ایسی احادیث کی طرف بھی رہنمائی کی ہے جو در حقیقت ربا کی کسی بھی تعریف کے ذیل میں نہیں آتیں بلکہ ان احادیث میں جس قرض کو کسی قدر اضافہ کے ساتھ ادا کیا گیا ہے وہ استحسان اور تبرع کی مثالیں ہیں (ص ٨٦ تحقیق ربوا) - احادیث کے مطالعہ سے اور بھی بعض ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں حسن ادائیگی کے پیش نظر واجب الادا رقم سے کسی قدر زائد دیا گیا ہے - یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثیں احسان اور تبرع کی مثالوں میں آسکتی ہیں - کیونکہ یہ زیادتی (فضل) نہ تو واجب‌الادا اور رقم مطالبہ میں شامل ہے اور نہ ہی قرضخواہ کی طرف سے اس زیادتی کا مطالبہ ہے - اور نہ یہ تاخیر مدت کے عوض میں ہے اور نہ ہی عقد کے وقت اس زیادتی کا ذکر عاقدین کے ما بین ہوا تھا - اس لئے ڈاکٹر صاحب موصوف کا ان احادیث کو ربوا الفضل کے سلسلے میں مثال میں پیش کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا -(١)

رہا بینک کے سود کا مسئلہ جس کی بابت ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا ہے کہ ''ہمارا موجودہ معاشرہ قرآن کے اعلیٰ معیار سے بہت دور ہے ...... ایسی صورت میں معاشرے کی اصلاح کئے بغیر بنکوں کے منافع کو منسوخ کردینے اور قرض حسنہ پر معاشی نظام کی بنیاد رکھنے کی دعوت دینا معاشی موت کو بلانا ہے . . . .''-

اس سلسلہ میں احقر کا کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے - ہاں صرف اتنا عرض ہے کہ یہاں معاملہ بھی اس قسم کا نہیں کہ بینک کے سود کو

(١) یہ احادیث ربوا الفضل کی مثال کے طور پر نہیں بلکہ ربوا کی اس تعریف کی تردید کے لئے پیش کی گئی ہیں جس پر مفتی محمد شفیع صاحب وغیرہ نے اپنے نظریات کی بنیاد رکھی ہے' یعنی ''ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل ہو ربوا ہے'' ملاحظہ فرمائیے ''تحقیق ربوا'' ص٨٢ خط کشیدہ سطر (''تعریف زیر بحث اس طرح مانع بھی نہیں'') جہاں سے ان احادیث پر بحث شروع ہوتی ہے - (مدیر)

جائز کہا جارہا ہے یا اس کے جواز کی کوئی راہ نکالی جارہی ہے۔بلکہ قابل توجہ اور لائق تامل یہ بات ہے کہ فوری طور پر بینکوں سے بے تعلق ہوجانا آیا ہمارے لئے ممکن بھی ہے، تاوقتیکہ ہمارے معاشی وسائل اور ذرائع آمدنی ایسے قوی نہ ہو جائیں کہ بینک وغیرہ سے امداد لئے بغیر ہم خود کفیل ہوسکیں؟ پھر بھی اس معاملہ میں علمائے عصر کے فیصلہ اور کسی واضح اور قطعی رائے کی ضرورت ہے -

اور آخر الذکر پیرا گراف کی بابت میں بھی اپنے رفیق کار کرم فرما محمد مسلم صاحب پروفیسر نیشنل کالج کے خیال سے متفق ہوں - وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب -

محمد علی لطفی
(صدر شعبہ دینیات ، نیشنل کالج ، کراچی)

—: ۳ :—

جناب ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کی ''تحقیق ربوا،، پر میرے رفیق شفیق مولانا محمد علی لطفی استاد دینیات نیشنل کالج کراچی نے جو اظہار خیال فرمایا ہے مجھے اس سے کامل اتفاق ہے -

اس کے ماورا اس خاکسار غیر عالم کے کچھ معروضات شاید قابل توجہ ہوں :-

(۱) رباالنسیہ اور ربا الفضل کی تقسیم کو نص صریح سے کوئی خاص تعلق نظر نہیں آتا - یہ بعد کی فقیہانہ موشگافی ہے - نص صریح قرآن میں ربوا کا ذکر ایک معلوم حقیقت کے طور پر آیا ہے۔اس پر صحاح ستہ میں الربا فی النسیہ کی تعین تو قابل فہم ہے - لیکن اس کی نوع ربا الفضل کو قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا - ربا الفضل کی جتنی قسمیں بیان کی گئی ہیں مثلاً مزارعۃ - محاقلہ- مخابرۃ - نفع خوری - ذخیرہ اندوزی - وہ سب محرمات مکروہات یا معاصی کی فہرست میں داخل کی جاسکتی ہیں - مگر ان پر ربوا کا اطلاق درست معلوم نہیں ہوتا - جیسے خمر اور خنزیر کو ایک ہی نوع محرمات میں شامل کرنا درست نہیں -